مطابق عقائدِ اسلامیہ کو واشگاف بیان کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ در آ کر غلط راستے پر نہ لے جائے اور کام کو بگاڑ نہ ڈالے۔ اس قسم کی امداد علماءِ حق سے مخصوص ہے آخرت جن کی توجہ کا مرکز ہوتی ہے۔ دنیا پرست علماء جن کی تگ و دو کا ہدف دنیائے دنی ہوا کرتی ہے ان کی صحبت زہرِ قاتل ہے اور ان کا بگاڑ متعدی بگاڑ ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

زمانۂ ماضی میں جو مصیبت بھی نازل ہوئی اسی جماعت کی بدبختی کا ثمرہ تھی۔ ان لوگوں نے بادشاہوں کو غلط راہ پر ڈال دیا تھا۔ جن بہتر فرقوں نے گمراہی کا شیوہ اختیار کیا ان کے پیشوا بھی علماءِ سوء تھے۔ جب کوئی غیر عالم گمراہ ہوتا ہے تو اس کی گمراہی دوسرے لوگوں کو کم ہی متاثر کرتی ہے لیکن ایک عالم کی گمراہی بے شمار لوگوں کی گمراہی کا موجب ہوتی ہے ہمارے زمانے کے اکثر صوفی نما جہلاء علماءِ سوء کے حکم میں آتے ہیں۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ کا قرب اور اس کے سامنے کلمۂ حق کہنے پر استطاعت بخشی ہے اس لیے جنابِ والا سے توقع ہے کہ خلوت و جلوت میں شریعت محمدیؐ کی ترویج کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو غربت و بے چارگی کے عالم سے نکالیں گے (مکتوب ۴۷، دفتر اوّل)

علامہ محمد اقبالؒ

دین و سیاست

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی
سماتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی و راہبی میں
کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیرِ کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دین کے لیے نامرادی
دوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیںؐ کا
بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری
(بالِ جبریل)

از علامہ ڈاکٹر خالد محمود (پی۔ایچ۔ڈی لندن)

کیا فقہی مسالک انتشار کا باعث ہیں

اعدائے اسلام کا یہ پروپیگنڈہ آج کل عام ہے کہ آئمہ اُمت کے فقہی مسالک اُمت میں انتشار کا موجب ہیں لیکن یاد رکھیے کہ اُمت میں یہ انتشار مختلف فقہی مسالک سے ہرگز نہیں پڑا، اُمت میں انتشار، شیعہ، خوارج، معتزلہ، قدریہ، مرجئہ اور کرامیہ کی راہ سے آیا ہے یہ فرقے اعتقادی الحاد پر قائم ہوئے ہیں نہ کہ فقہی اختلاف پر، اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ اُمت کا انتشار آئمہ اربعہ کے فقہی مسالک کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ تاریخ اور علم حدیث سے بالکل فارغ ہے۔

حضرت امام بخاریؒ (...ھ) نے الرد علی الجھمیہ حضرت امام ابوداؤد (۲۷۵ھ) نے فی رد الارجاء جیسے باب تو باندھے ہیں لیکن باب الرد علی الائمۃ الاربعہ کہیں کسی نے نہیں باندھا، نہ کہیں الرد علی المسالک الاربعۃ کی تعبیر اختیار کی ہے۔

حضرت امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) نے باب جاء فی ترک الجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے فوراً بعد من رای الجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم کا باب باندھا۔ اسی طرح باب رفع الیدین عندالرکوع میں رفع یدین کرنے اور نہ کرنے، دونوں طرح کی احادیث لائے ہیں، رفع یدین کرنے کی حدیث روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں؛

وبھذا یقول بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم.... ومن التابعین۔

اور رفع یدین نہ کرنے کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں؛

وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفہ۔

اس وقت ہم یہاں روایت کی بحث نہیں کر رہے۔ بتانا یہ ہے کہ سلف اُمت (جس میں صحابہؓ اور تابعین آتے ہیں) رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کے دونوں عمل جاری تھے لیکن اس اختلافِ عمل سے ان میں کوئی انتشار پیدا ہوا؟ مختلف علاقوں میں مختلف عمل رائج رہے لیکن

اس سے امت میں انتشار کہیں نہ ہوتا تھا۔
اس طرح مختلف مسائل میں صحابہ کے اپنے اپنے مسلک تھے۔
دیکھیے صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص۳۳ کی شرح میں مذهب معاذ بن جبل و معاویہ کے الفاظ مختلف مذاہب کا پتہ دیتے ہیں یا کسی انتشار کا ؟ تابعین میں بھی یہ مسلکی امتیاز ملتا ہے مگر اس اختلافِ مسلک پر کوئی لڑائی نہیں ملتی۔

حضرت امام نوویؒ (۶۷۶ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

وهذا مذهب عمر بن عبد العزيز والاوزاعی وقال الحسن والنخعی و قتادہ و مالك وابو حنيفه والشافعی و جماهير العلماء يصلی عليه (نووی شرح مسلم جلد ۱۔ ص ۳۱۴)

اس میں صریح طور پر ہر کچھ اہل علم کا مذہب اور بتایا گیا ہے اور کچھ اہلِ علم کا اور۔ لیکن اس اختلافِ مذاہب کو کہیں انتشار کا موجب نہیں ٹھہرایا گیا۔

حضرت امام ترمذیؒ احادیث روایت کرنے کے بعد اس پر عمل کرنے والے صحابہ، تابعین، آئمہ اور کئی دفعہ علاقوں کے اپنے اپنے مسلک نقل کرتے ہیں تو کیا وہ انتشارِ امت کا سامان پیدا کر رہے ہیں ؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ فروعی اختلافات اور ان میں اپنے اپنے مذہب کی پابندی کو محدثین نے کبھی نفرت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ سو یہ مختلف فقہی مسالک امت میں ہرگز انتشار کا موجب نہیں ہیں وہ شخص علم حدیث سے ناواقف ہے جو ان اختلافات کو فسادِ امت کا سبب ٹھہراتا ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں :۔

فان السلف فعلوا هذا وهذا وكان كلا الفعلين مشهورًا بينهم كانوا يصلون على الجنازة بقرأة و بغير قراة كما كانوا يصلون تارة بالجهر بالبسملة وتارة بغير جهر و تارة باستفتاح وتارة بغير استفتاح وتارة برفع اليدين فى المواطن الثلثة وتارة بغير رفع وتارة يسلمون تسليمتين وتارة تسليمة واحدة وتارة يقرون خلف الامام بالسر وتارة لا يقرون وتارة يكبرون على الجنازة سبعا وتارة خمسا

وتارة اربعا۔ كان فيهم من يفعل هذا وفيهم من يعمل هذا كل هذا ثابت عن الصحابة۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ بحوالہ الانصاف لرفع الاختلاف صفحہ از مولانا عبدالحق سیالکوٹی)

(ترجمہ) سلف صالحین نے دونوں طرح عمل کیا ہے اور دونوں فعل ان میں مشہور ومعروف رہے ہیں۔ بعض سلف نماز جنازہ میں قرأت کرتے تھے۔ اور بعض نہیں۔ جیسے کبھی بسم اللہ نماز میں اونچی پڑھ لیتے تھے۔ اور کبھی آہستہ، کبھی افتتاح والی دعا پڑھ لیتے تھے اور کبھی نہیں۔ کبھی رکوع کو جاتے، رکوع سے اٹھتے، اور تیسری رکعت شروع کرتے وقت رفع یدین کر لیا۔ اور کبھی تینوں موقعوں پر نہ کیا۔ نماز پوری ہونے پر کبھی دونوں طرف سلام پھیر لیتے، کبھی ایک طرف، کبھی امام کے پیچھے قرأت (فاتحہ اور سورت) کر لیتے اور کبھی نہ کرتے۔ نمازِ جنازہ پر کبھی سات تکبیریں کہتے کبھی پانچ، کبھی چار۔ سلف میں ان میں سے ہر طریقے پر عمل کرنے والے تھے۔ اور یہ سب اقسام عمل صحابہؓ سے ثابت ہیں"۔

سواس قسم کے فروعی اختلافات اور اپنے اپنے مسلک پر عمل کرنا اُمت میں اگر کہیں انتشار کا موجب ہوتا تو سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۱ھ) یہ ہرگز نہ کہتے۔

ما سرني لو ان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لم يختلفوا لانهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة (نقله السيوطي)

(ترجمہ) "مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہؓ کسی اختلاف میں نہ پڑتے اگر وہ آپس میں کسی بات میں اختلاف نہ کرتے تو (امت کے لیے) راہیں کشادہ نہ ہوتیں"۔

اسی طرح یہ اعتراض بھی ہے کہ فقہی مسالک میں مخالف مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن یہ بھی غلط ہے۔

مساجد اختلاف مسالک پر بنی ہوں تو ہر مسلک والوں کے لیے افضل ہوگا کہ وہ اپنے مسلک کے امام کے پیچھے ہی نماز پڑھیں۔ حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفًا) بیت المقدس مصر اور شام میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں دوسرے مسلک کا امام ہو تو کیا اسے اس کی امامت میں نماز پڑھنی چاہیئے یا وہ اپنے لیے اپنے مسلک کی علیحدہ جماعت کا انتظار کرے؟ یہ سوال بڑا اہم ہے اور موضوع سے متعلق ہے۔

حضرت علامہ شامیؒ جو ترکی خلافت میں حنفی مذہب کا مرجع تھے اور محمد علی پاشا سے ان کے قریبی تعلقات تھے وہ امام ابو حنیفہ الثانی علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ:

ان الافضل الاقتداء بالشافعی بل یکرہ التاخیر لان تکرار الجماعۃ فی مسجد واحد مکروہ عندنا علی المعتمد الا اذا کانت الجماعۃ الاولی غیر اھل ذلک المسجد او ادیت الجماعۃ علی وجہ مکروہ ولانہ لا یخلوا الحنفی حال صلوۃ الشافعی اما ان یشتغل بالرواتب لینتظر الحنفی و ذلک منھی عنہ لقولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ۔ و اما ان یجلس وھو مکروہ ایضاً لا عراضہ عن الجماعۃ عن غیر کراھۃ فی جماعتھم علی المختار۔

(ترجمہ) بہتر یہ ہے کہ حنفی شافعی کی نماز میں آ شامل ہو اس کا تاخیر کرنا مکروہ ہے اور یہ اس لیے بھی کہ ہم حنفیوں کے ہاں مسجد میں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے اور اسی فیصلے پر اعتماد ہے ہاں پہلی جماعت محلے والوں کی نہ ہو (کوئی مسافر کرا دے) یا جماعت کسی عملِ مکروہ کے ساتھ ہو۔ (جیسے کوئی ڈاڑھی منڈا نماز پڑھا رہا ہے) تو پھر دوسرے امام کا انتظار کرنا مکروہ نہ ہوگا۔ شافعی امام نماز پڑھا رہا ہو اور حنفی یا تو سنتوں میں رہے گا اور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرے گا اور یا بیٹھا رہے گا۔ پہلی صورت ممنوع ہے کیونکہ جب فرض نماز کھڑی ہو تو (اسے چھوڑنے کے قصد سے) وہاں دوسری نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور نماز ہو رہی ہو اور پاس بیٹھے رہنا (جماعت میں شامل نہ ہونا) یہ مکروہ ہے (حرام کے قریب ہے) مذہب مختار یہی ہے کہ جب اس جماعت میں کوئی امر مکروہ نہیں تو (اختلافِ مسلک کی بناء پر) اس سے اعراض کرنا شرعاً مکروہ ہوگا۔

جن فقہاء کرام نے علامہ ابن نجیمؒ کے اس فیصلے سے جزوی اختلاف کیا حضرت علامہ شامیؒ ان کا اختلاف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

والذی یمیل الیہ القلب عدم کراھۃ الاقتداء بالمخالف مالم یکن غیر مراع فی الفرائض لان کثیراً

من الصحابة والتابعين كانوا ائمة مجتهدين وهم يصلون خلف امام واحد مع تبائن مذاهبهم وانه لو انتظر امام مذهبه بعيدا عن الصفوف لم يكن اعراضاً عن الجماعة للعلم بانه يريد جماعة اکمل من هذه الجماعة واما کراهة تعدد الجماعة فی مسجد واحد فقد ذکرنا الکلام علیها۔

(رد المختار جلد ۱ ص ۵۲۷)

(ترجمہ) میرا دل اسی بات کی شہادت دیتا ہے کہ مخالف مذہب کی جماعت میں شامل ہونا ہرگز مکروہ نہیں ہے جب کہ امام فرائض میں دوسروں کی رعایت کرنے والا ہو۔ بہت سے صحابہ اور تابعین علمی درجے میں مجتہد تھے۔ اور وہ اپنے اختلاف مسالک کے باوجود ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے ہاں اگر کوئی نمازیوں سے دور اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا رہے اور اس کا ارادہ اس سے کامل جماعت کو پانا ہو تو یہ اعراض عن الجماعۃ (جماعت سے روگردانی) کے حکم میں نہ ہوگا۔ یہ جو مسئلہ ہے کہ ایک مسجد میں تعدد جماعات جائز نہیں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔"

مسجد میں اصل جماعت کھڑی ہو تو اختلاف مسلک کی بناء پر کسی کو اس سے الگ نماز پڑھنے کا حق نہیں۔ جب تک کہ معلوم نہ ہو جائے کہ امام نے دوسرے مسلک کی رو سے کسی فرض کو ترک کیا ہے اور مسجد کے باہر کسی جگہ نماز ہو اور وہ اپنے امام کا اس لیے انتظار کرے کہ اسے زیادہ کامل نماز میسر آسکے گی تو یہ اور بات ہے۔ مسجد میں دوسری جماعت کرنا درست نہیں سو پہلی جماعت سے علیحدہ رہنا ناجائز ہے۔

حنفیہ کے اس واضح موقف کے پیش نظر یہ بات کسی طرح باور ہونے کے لائق نہیں کہ اختلاف مسلک والا امام نماز پڑھا رہا ہو اور حنفی اس لیے اس کی اقتداء نہ کرے کہ اس کا مسلک دوسرا (حنبلی یا شافعی یا مالکی) ہے۔

البتہ اگر اسے فقہی طور پر کوئی اعتراض ہو۔ اور دوسرے مسلک کا امام وضوء یا نماز میں ان دوسرے مسلک والوں کے مسلک کی رعایت نہیں کرتا۔ اور اس صورت میں وہ جماعت میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی اس وجہ کے باعث ہم اسے انتشار پیدا کرنے والا نہ کہیں گے۔

کچھ مسلمان جماعت کر لیں اور دوسرے ان کے ساتھ شامل نہ ہوں اور وہ بعد میں اپنی جماعت کرالیں۔ ایسا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں پیش آیا اور آپؐ نے ان میں سے کسی کو نہ کہا کہ تم نے انتشار پیدا کیا ہے سب کو ایک جماعت سے نماز پڑھنا چاہیئے تھی

امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں کہ:

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا و قال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک۔

(ترجمہ) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے روز حکم دیا کہ تم عصر کی نماز بنو قریظہ جا کر پڑھنا اب کچھ لوگوں پر رستے میں ہی عصر کا وقت آگیا ان میں سے بعض نے کہا ہم نماز عصر نہ پڑھیں گے یہاں تک کہ ہم بنو قریظہ جا پہنچیں۔ دوسروں نے کہا ہم تو پڑھ لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہ تھی کہ عصر کا وقت آبھی جائے تو نماز رستے میں نہ پڑھنا۔ (آپؐ کی مراد یہ ہوگی کہ اتنی جلدی چلو کہ عصر تمہیں بنو قریظہ جا کر آئے)"

حضرات صحابہؓ کی دو جماعتوں میں جب مراد حدیث کی تعیین میں اختلاف ہوا اور دونوں نے اپنے اپنے فقہی ذوق سے حدیث کی مراد معین کی اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تو کسی نے کسی کو نہ روکا۔ نہ ایک دوسرے کو امت میں انتشار پیدا کرنے والا کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے بھی کسی کو اس کے عمل پر ملامت نہ کیا کہ جب ایک جماعت کھڑی تھی تو تم نے اپنے فقہی اختلاف کے باعث اس جماعت سے کیوں علیحدگی اختیار کی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

فلم یعنف واحداً منھم (صحیح بخاریؒ جلد ۲ صـ ۵۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان میں سے کسی کو نہ جھڑکا نہ کسی کو برا کہا نہ کسی پر اس کی خطا واضح کی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے کسی ایک مکتبِ فکر کی پابندی سب پر لازم نہیں کی فقہی